ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1972

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ قرآن وتفسیر)

کورس: قصص القرآن (1972)

سطح: بی۔ایس علوم اسلامیہ (تخصص قرآن وتفسیر)

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ: 6تا9)

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 50

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ نصابی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کر کے مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ اور اپنے اندازِ تحریر میں لکھیں، کیونکہ ہو بہو نقل کی گئی مشق یونیورسٹی کے قواعد کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ اس گائیڈ میں قرآنی قصوں کا بیان مستند تفسیری مفاہیم کی روشنی میں اپنے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے؛ جہاں کسی نکتے میں اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں، وہاں اختلاف کو علمی امانت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے۔ کسی دینی حکم کے کسی فرد یا واقعے پر اطلاق کا فیصلہ اہلِ علم اور باقاعدہ دائرہ اختیار کا کام ہے، یہ گائیڈ صرف تعلیمی و مطالعاتی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

سوال نمبر 1: حضرت یوسف علیہ السلام کا تعارف، قصہ یوسف کی خصوصیات اور سیرتِ رسول ﷺ سے مماثلت (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ یوسف علیہ السلام کا تعارف، قصہ یوسف کی خصوصیات اور اس قصے کی سیرتِ رسول ﷺ سے مماثلت کی توضیح کیجیے۔ (20)

تعارف: حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی اور ایک عظیم نبوی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں؛ یوں آپ پر ۱۲ سلسلہ جمع ہوتا ہے جسے قرآن نے خلافت و نبوت کے عظیم گھرانے کے طور پر بیان کیا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام روایات میں راحیل بیان ہوتا ہے اور آپ اپنے گیارہ بھائیوں میں باپ کی خاص محبت کے حامل تھے، جس کی ایک وجہ بچپن ہی میں نظر آنے والی سعادت و نبوت کی علامات تھیں۔ قرآن نے آپ کے بچپن کے اس خواب کو قصے کا نقطۂ آغاز بنایا جس میں آپ نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج و چاند آپ کو سجدہ کر رہے ہیں؛ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے اللہ کے چناؤ اور علمِ تعبیر کی نعمت کی بشارت قرار دیا اور خواب بھائیوں کو سنانے سے منع فرمایا۔ کنعان سے شروع ہونے والا یہ سفر حسد و سازش، کنویں و غلامی، مصر کے عزیز کے گھر، فتنے و قید اور پھر مصر کے اقتدار و بھائیوں کی حاضری سے ہوتا ہوا پورے خاندان کے مسرت بھرے اجتماع پر ختم ہوتا ہے، اور خواب کی تعبیر عملی صورت میں سامنے آتی ہے۔ قرآن نے اس پورے قصے کو ایک ہی سورت، سورۃ یوسف، میں مسلسل بیان کیا ہے جو قرآن کے قصوں میں اپنی نوعیت کی منفرد مثال ہے۔

قصے کا خلاصہ مراحل وار

قصے کو پانچ بڑے مراحل میں سمیٹا جا سکتا ہے۔ پہلا مرحلہ حسد و سازش کا ہے: بھائیوں نے باپ کی محبت کو حسد کی نظر سے دیکھا، یوسف کو قتل یا دور پھینکنے کی تدبیر سوچی اور بالآخر خون آلود قمیص کے ساتھ جھوٹی گواہی لاتے ہوئے انہیں کنویں میں ڈال دیا، جہاں سے ایک قافلے نے نکال کر معمولی قیمت پر مصر میں فروخت کر دیا۔ دوسرا مرحلہ عزیزِ مصر کے گھر کا ہے جہاں آپ کو عزت و مکانت ملی مگر عزیز کی بیوی کے فتنے کا سامنا کرنا پڑا؛ آپ نے اللہ کی برہان دیکھ کر بدی سے مکمل اجتناب کیا اور "قید مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں" کہہ کر پاک دامنی کو آزادی پر ترجیح دی۔ تیسرا مرحلہ قید خانے کا ہے جہاں آپ نے دو قیدی ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی، کپڑے دھونے والے (ساقی) کو نجات کی خوشخبری کے ساتھ یہ درخواست بھی کی کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا، مگر وہ بھول گیا اور آپ چند سال مزید قید میں رہے۔ چوتھا مرحلہ بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور اقتدار کا ہے: سات موٹی و سات دبلی گایوں اور سات سبز و سات خشک بالیوں والے خواب کی تعبیر آپ نے خوشحالی کے سات سال اور قحط

کے سات سال کے طور پر دی اور عملی منصوبہ بھی پیش کیا؛ نتیجے میں آپ بے گناہ ثابت ہوئے، بادشاہ نے آپ کو اپنے قریب خاص کیا اور آپ نے زمین کے خزانوں کی ذمہ داری اس بنیاد پر قبول کی کہ میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ پانچواں مرحلہ بھائیوں کی آمد، بنیامین کا واقعہ، قمیص کے ذریعے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی واپسی، والدین و بھائیوں کا مصر میں استقبال اور سجدۂ تعظیمی کے ساتھ خواب کی تکمیل کا ہے؛ اور سب سے اوپر آپ کا وہ عفو ہے جس میں آپ نے بھائیوں سے فرمایا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں بخشے گا، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔



Figure 1: Main stages of the story of Yusuf (peace be upon him) in Surah Yusuf

شکل 1: سورۃ یوسف میں قصۂ یوسف علیہ السلام کے بڑے مراحل

قصۂ یوسف کی خصوصیات

اس قصے کی کئی نمایاں خصوصیات اہلِ علم نے بیان کی ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن کا واحد طویل قصہ ہے جو ایک ہی سورت میں آغاز سے انجام تک مسلسل بیان ہوا ہے، اس لیے اسے ”احسن القصص“ کہا گیا، یعنی بہترین انداز و اسلوب کا قصہ۔ دوسری خصوصیت انسانی جذبات کی حقیقی و متوازن تصویر کشی ہے: باپ کی محبت، بھائیوں کا حسد، نوجوانی کا فتنہ، قید کی تنہائی، اقتدار کی آزمائش اور معافی کی بلندی، سب کچھ نہایت فطری انداز میں آتا ہے مگر کہیں اخلاقی حدود نہیں ٹوٹتیں۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ

یہ قصہ مکی دور میں، خاص طور پر اس زمانے میں نازل ہوا جب نبی کریم ﷺ کو قریش کی طرف سے سخت مخالفت و ایذا کا سامنا تھا؛ مفسرین نے اس کے نزول کو آپ ﷺ اور صحابہ کے لیے تسلی و بشارت کے باب میں رکھا ہے کہ انجام کار فتح صبر کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ چوتھی خصوصیت خوابوں کی مرکزی حیثیت ہے: آغاز بھی خواب سے، انجام بھی خواب کی تعبیر سے؛ اور اس کے ساتھ علمِ تعبیر کو اللہ کی خاص نعمت کے طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔ پانچویں خصوصیت معاشی و انتظامی بصیرت ہے کہ قحط سے پہلے ذخیرہ اندوزی و منصوبہ بندی کا مکمل نظام اس قصے سے ملتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی کردار انتظامی صلاحیت سے خالی نہیں ہوتا۔ چھٹی خصوصیت سورت کا انجام ہے جس میں قصے کو "عبرت اولی الالباب" قرار دے کر تمام قارئین تک اس کا پیغام عام کر دیا گیا ہے۔

اس قصے کی سیرتِ رسول ﷺ سے مماثلت

مفسرین و سیرت نگاروں نے قصہ یوسف اور سیرتِ رسول ﷺ کے درمیان حیرت انگیز مماثلتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، اور یہی اس سوال کا تیسرا حصہ ہے۔ پہلی مماثلت مظلومیت و مخالفت کی ہے: یوسف علیہ السلام کو ان کے اپنے بھائیوں نے حسد سے ستایا، جبکہ نبی کریم ﷺ کو آپ کے اپنے قبیلے قریش نے حق کی دعوت پر ستایا۔ دوسری مماثلت سازش و جدائی کی ہے: بھائیوں نے یوسف کو کنویں تک پہنچایا، قریش نے آپ ﷺ کو شعبِ ابی طالب کی محصوری، قتل کی سازش اور آخر کار ہجرت پر مجبور کیا۔ تیسری مماثلت صبر و عفت کی ہے: یوسف نے فتنے کے مقابلے میں قید پسند کی، آپ ﷺ نے طائف کی ایذا اور مکہ کی سختیوں کے مقابلے میں صبر و استقامت اختیار فرمائی اور ظالموں کے لیے بھی ہدایت کی دعا فرمائی۔ چوتھی مماثلت انجامِ کار غلبے کی ہے: یوسف مصر میں صاحبِ اختیار ہوئے، آپ ﷺ مدینے میں ریاست و قیادت کے مقام پر فائز ہوئے اور پھر مکہ فتح ہوا۔ پانچویں اور سب سے روشن مماثلت عفوِ عام کی ہے: فتحِ اقتدار کے دن یوسف نے بھائیوں سے کہا "آج تم پر کوئی ملامت نہیں"، اور فتحِ مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے قریش سے مخاطب ہو کر اسی قرآنی جملے کے مفہوم میں عفو کا اعلان فرمایا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو؛ سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کے اس فرمان کو قصہ یوسف کی اسی آیت سے مربوط کیا جاتا ہے۔ چھٹی مماثلت یہ ہے کہ دونوں قصوں میں اہلِ خاندان و قوم بالآخر حق کے سامنے جھکے اور اجتماع و اتحاد کی نعمت حاصل ہوئی: یوسف کے بھائی اعتراف کر کے خاندان میں شامل ہوئے اور قریش کے لوگ اسلام قبول کر کے امت میں شامل ہو گئے۔

جدول 1: قصہ یوسف اور سیرتِ رسول ﷺ میں مماثلت کے نمایاں پہلو

سیرتِ رسول ﷺ	قصہ یوسف علیہ السلام	پہلو
اپنے قبیلے قریش کی مخالفت و ایذا کا سامنا ہوا	اپنے بھائیوں کے حسد کا شکار ہوئے	مخالفت کا آغاز
محصوری و قتل کی سازش، پھر مدینے کی طرف ہجرت	کنوئیں میں ڈالے گئے، وطن و خاندان سے جدا ہوئے	سازش و جدائی
طائف و مکہ کی سختیوں میں صبر کیا، بددعا سے گریز فرمایا	فتنے کے مقابلے میں پاکیزگی کو ترجیح دی، عفت قائم رکھی	آزمائش میں کردار
مدینے میں قیادت، پھر فتحِ مکہ کی صورت میں غلبہ	مصر میں صاحبِ اختیار ہوئے، خاندان کو جمع کیا	انجام و غلبہ
فتحِ مکہ پر قریش کے لیے عفوِ عام کا اعلان فرمایا	بھائیوں سے فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں	عفو کا اعلان

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

اس مماثلت کی حکمت و سبق

اس مماثلت کو بیان کرنے کا مقصد محض موازنہ نہیں بلکہ وہ تسلی و تربیت ہے جو اس قصے کے نزول میں رکھی گئی تھی۔ جب مکی دور کے مسلمان یہ قصہ سنتے تھے تو انہیں معلوم ہوتا تھا کہ جھوٹے الزامات، گھر والوں کی مخالفت اور تنہائی حق کے راستے کی پرانی قیمت ہے، اور آخرت کی طرح دنیا میں بھی انجام صالحین کے حق میں بدلتا ہے۔ اس قصے سے یہ اصول بھی ملتا ہے کہ مظلوم جب اختیار پائے تو اس کی عظمت انتقام میں نہیں عفو میں ظاہر ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ مماثلت قرآن و سیرت کے باہمی ربط کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ سیرتِ نبوی قرآنی کردار کی عملی تفسیر ہے۔ طالب علم کے لیے احتیاط یہ ہے کہ مماثلتوں میں مبالغہ یا واقعات کی تحریف نہ کرے؛ جو مماثلتیں مفسرین و اہلِ سیرت نے اصول و روح کے اعتبار سے بیان کی ہیں انہی تک رہنا چاہیے، اور جن جزئیات میں روایتی اختلاف ہو انہیں اختلافی کہہ کر آگے بڑھنا علمی دیانت ہے۔

خلاصہ و اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبوت کے عظیم خاندان کے فرد، صاحبِ خواب و تعبیر اور صبر و عفت کی بے مثال تصویر ہیں۔ ان کا قصہ ایک ہی سورت میں مسلسل بیان ہونے، انسانی جذبات کی متوازن تصویر کشی، انتظامی امور اور عفو کے اعلیٰ نمونے کی وجہ سے قرآنی قصوں میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس قصے کی سیرتِ رسول ﷺ سے مماثلت — اپنوں کی مخالفت، سازش و ہجرت، صبر و استقامت، غلبہ اور عفوِ عام — اسے ہر دور کے اہلِ حق کے لیے آئینہ بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس قصے کے اختتام پر اسے عقل والوں کے لیے عبرت قرار دیا اور یہ سبق دیا کہ اللہ اپنے بندے کو کنوئیں کی تاریکی سے تخت کی بلندی تک پہنچا سکتا ہے، بشرطیکہ بندہ تقویٰ و صبر کا دامن نہ چھوڑے۔

سوال نمبر 2: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے خروجِ مصر تک کے واقعات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ قرآن مجید کی روشنی میں موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے خروجِ مصر تک کے واقعات تحریر کیجیے۔ (20)

تعارف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ تفصیل و تکرار کے ساتھ بیان ہوا ہے، کیونکہ بنی اسرائیل کی تاریخ، فرعون کے ظلم کی داستان اور حق و باطل کی کشمکش کے سب سے بڑے اسباق اسی قصے میں جمع ہیں۔ اس سوال کا دائرہ آپ کی بعثت یعنی نبوت ملنے سے لے کر بنی اسرائیل کے مصر سے خروج تک محدود ہے۔ اس دور کے اہم مراحل یہ ہیں: مدین سے واپسی پر وادیِ طویٰ میں ندا و نبوت، معجزات کی عطا، ہارون علیہ السلام کی رفاقت، فرعون کے دربار میں دعوت و مناظرہ، جادوگروں کا مقابلہ و ایمان، فرعون کی سرکشی و آیاتِ عذاب، اور بالآخر شبِ خروج، فرعون کا تعاقب اور سمندر کا پھٹنا۔ ان واقعات کے قرآنی ماخذ میں سورۃ القصص، طٰہٰ، الاعراف، الشعراء اور یونس سب سے نمایاں ہیں۔ ذیل میں یہ واقعات قرآنی ترتیب و حوالوں کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں۔

وادیِ طویٰ میں بعثت و مناجات

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں قیام کا مقررہ عرصہ پورا کر کے اہل کے ساتھ واپس روانہ ہوئے تو راستے میں کوہِ طور کی جانب آگ نظر آئی۔ سورۃ طٰہٰ اور القصص کے مطابق آپ اہل کو وہیں چھوڑ کر آگ کی طرف گئے کہ شاید کوئی خبر یا انگارا مل جائے، مگر وہاں مقدس وادی طویٰ میں اللہ تعالیٰ کی ندا آئی: اے موسیٰ! میں ہی تمہارا رب ہوں، پس اپنی جوتیاں اتار دو، تم مقدس وادی طویٰ میں ہو؛ اور میں نے تمہیں چن لیا ہے، لہٰذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سنو؛ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔ اسی موقع پر دو عظیم معجزے عطا ہوئے: عصا جو اژدہا/سانپ بن جاتا تھا اور ہاتھ جو جیب سے نکل کر سفید و روشن ہو جاتا تھا۔ آپ نے اپنی درخواست میں سینے کی گھبراہٹ و زبان کی گرہ کا ذکر کر کے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دیجیے، میرا کام آسان کیجیے، میری زبان کی گرہ کھول دیجیے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں، اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دیجیے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور فرعون کی طرف جانے کا حکم ملا کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، مگر نرمی سے بات کرنے کی تاکید کے ساتھ کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرے؛ ساتھ یہ بشارت بھی ملی کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، سنتے اور دیکھتے ہیں، اس لیے خوف نہ کرو۔

فرعون کے دربار میں دعوت و مناظرہ

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے دربار میں پہنچے اور پیغام دیا کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں عذاب نہ دے؛ ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اسی کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ فرعون نے استکبار سے سوال و اعتراض شروع کیے: تم دونوں کا رب کون ہے؟ ہماری پرورش کا احسان جتلا کر موسیٰ علیہ السلام کو گزشتہ واقعہ (قبطی کے قتل) کی طرف اشارہ کیا اور آپ کو گمراہوں میں سے کہا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی پھر راہ دکھائی، اور گزشتہ واقعے کے بارے میں فرمایا کہ میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں ناواقف تھا، پھر اپنے رب سے حکمت و نبوت کی دعا کا حاصل بتایا۔ معجزات پیش کیے گئے: عصا اژدہا بن گیا اور ہاتھ روشن ہو کر نکلا، مگر فرعون و اس کے سرداروں نے اسے جادو قرار دیا اور مقابلے کی دعوت

دی۔ اس مکالمے سے یہ دعوتی اصول روشن ہوتا ہے کہ نبی ظالم ترین دربار میں بھی پیغام پوری وضاحت و شجاعت سے رکھتا ہے اور ذاتی الزامات کا جواب بھی نبوت کی اصل دعوت کو پسِ منظر میں نہیں جانے دیتا۔

جادوگروں کا مقابلہ اور ان کا ایمان

فرعون نے عید / میلے کے دن مقابلہ مقرر کیا اور ملک بھر کے ماہر جادوگر جمع کیے، جنہیں اجر و قرب کا لالچ دیا گیا۔ سورۃ الاعراف، طٰہٰ اور الشعراء کے مطابق جادوگروں نے اپنی رسیاں و لاٹھیاں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا گیا اور وہ سانپوں کی صورت میں دوڑتی محسوس ہوئیں؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی ایک اندرونی خوف پیدا ہوا تو وحی آئی کہ خوف نہ کرو، تم ہی غالب ہو، جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو، وہ ان کی بنائی چیزوں کو نگل جائے گا۔ چنانچہ عصا نے سب کچھ نگل لیا تو جادوگر — جو جادو و حقیقت کا فرق سب سے بہتر جانتے تھے — سجدے میں گر پڑے اور اعلان کیا: ہم ہارون و موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون نے انہیں ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹنے اور سولی چڑھانے کی دھمکی دی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں، ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ یہ واقعہ قربانی و ثبات کی عظیم مثال ہے کہ حق پہچان لینے کے بعد دنیا کی کوئی دھمکی قدم نہیں ڈگمگا سکتی۔



Figure 2: From the commissioning of Musa to the Exodus from Egypt

شکل 2: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے خروجِ مصر تک کے بڑے مراحل

فرعون کی سرکشی اور آیاتِ عذاب

جادوگروں کے ایمان کے بعد بھی فرعون اپنی ضد پر قائم رہا اور بنی اسرائیل پر مظالم بڑھا دیے۔ اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے مصر والوں پر وقفے وقفے سے نشانیاں و آزمائشیں بھیجیں جن کا ذکر سورۃ الاعراف میں تفصیل سے آیا ہے: طوفان (شدید بارش / سیلاب)، ٹڈی دل، جوئیں (پسو نما آفت)، مینڈک اور خون۔ ہر آفت کے وقت وہ موسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہتے کہ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو، اگر یہ عذاب ہٹ گیا تو ہم ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیں گے، مگر عذاب ہٹتے ہی وعدہ توڑ دیتے۔ اس دوران اہلِ ایمان مردوں میں سے ایک شخص کا کردار بھی قرآن نے اجاگر کیا جو فرعون کے خاندان / دربار سے تعلق رکھتا تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا؛ سورۃ غافر میں اس کی وہ مؤثر تقریر نقل ہے جس میں اس نے قوم کو ڈرایا کہ ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ آخرکار جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے قتل و بنی اسرائیل کے استیصال کا ارادہ پختہ کر لیا تو اللہ کی طرف سے خروج کا فیصلہ نافذ ہوا۔ اس حصے سے یہ قانون واضح ہوتا ہے کہ اللہ ظالم کو بار بار مہلت و نشانیاں دیتا ہے تاکہ حجت پوری ہو جائے، اور انجامی پکڑ اسی وقت آتی ہے جب سرکشی حد پار کر لے۔

شبِ خروج، تعاقب اور سمندر کا پھٹنا

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندوں کو رات ہی رات لے کر نکل جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو فرعون اپنے لشکروں سمیت تعاقب میں نکلا اور سورج طلوع ہونے کے وقت دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہونے کے قریب ہو گئیں۔ جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی پکار اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے؛ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔ اسی اعتماد کے لمحے میں وحی آئی کہ اپنے عصا سے سمندر پر مارو؛ چنانچہ سمندر پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا، درمیان میں خشک راستہ بن گیا جس سے بنی اسرائیل پار ہو گئے۔ فرعون نے لشکر سمیت اسی راستے میں قدم رکھا تو پانی مل گیا اور وہ سب غرق ہو گئے۔ غرق ہوتے وقت فرعون نے کہا کہ میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، مگر جواب ملا کہ

اب؟ حالانکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا؛ اور فرمایا گیا کہ آج ہم تیرے بدن کو نجات (بچا کر عبرت) دیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بنے، جیسا کہ سورۃ یونس میں بیان ہوا۔ یوں خروج کا یہ سفر غلامی سے آزادی، خوف سے اعتماد اور ظلم سے نجات کی مکمل داستان بن گیا جسے بنی اسرائیل کو بار بار یاد دلایا گیا۔

جدول 1: بعثت سے خروج تک واقعات کی ترتیب و قرآنی ماخذ

مرحلہ	واقعہ	اہم سورتیں
1	وادیِ طویٰ میں ندا، نبوت اور عصا و یدِ بیضاء کے معجزات	طٰہٰ، القصص، النمل
2	حضرت ہارون علیہ السلام کی وزارتی رفاقت و دربار میں دعوت	طٰہٰ، الشعراء، الاعراف
3	جادوگروں کا مقابلہ اور ان کا ایمان و ثبات	الاعراف، طٰہٰ، الشعراء
4	طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک و خون کی آیات و وعدہ خلافی	الاعراف
5	شبِ خروج، فرعون کا تعاقب و غرق، بنی اسرائیل کی نجات	الشعراء، یونس، طٰہٰ

خلاصہ و اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ بعثت سے خروج تک کا سفر چار ستونوں پر قائم ہے: اللہ کا انتخاب و معاونت (وادیِ طویٰ)، ظالم کے سامنے بے خوف دعوت (دربار)، دلیل کی فتح و دلوں کی تبدیلی (جادوگروں کا ایمان) اور وعدۂ الٰہی کی تکمیل (خروج و غرقِ فرعون)۔ اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ جملہ پورے قصے کی روح ہے کہ "ہرگز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے"۔ طالب علم کے لیے اسباب یہ ہیں کہ حق کا داعی سب سے پہلے اپنے رب سے جڑتا ہے، پھر ظلم کے نظام کے سامنے دلیل و اخلاق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، اور نتیجے کے سب سے نازک لمحے میں بھی یقین نہیں ہارتا۔ اگلے سوال میں اسی نجات یافتہ قوم یعنی بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات اور ان کے ردِ عمل کا جائزہ لیا جائے گا۔

سوال نمبر 3: بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات اور ان کا ردِ عمل (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات اور بنی اسرائیل کے ردِ عمل پر جامع نوٹ تحریر کیجیے۔ (20)

تعارف

بنی اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام (جن کا لقب اسرائیل تھا) کی اولاد ہے جو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں آباد ہوئی اور بعد ازاں فرعونی غلامی کا شکار ہوئی۔ قرآن مجید نے اس قوم کا ذکر بار بار اور بڑی تفصیل سے کیا ہے، اس قدر کہ ان کی تاریخ قرآن کی تاریخی بیانات کا بڑا حصہ بن گئی ہے۔ اس ذکر کی نوعیت دوخی ہے: ایک طرف ان پر اللہ کے بے شمار انعامات گنوائے گئے ہیں، اور دوسری طرف ان انعامات کے مقابلے میں ان کے رویے یعنی ناشکری، عہد شکنی اور سرکشی کو بھی پوری صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کے آغاز میں ہی "اے بنی اسرائیل! میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا" کے خطاب سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اور متعدد سورتوں میں جاری رہتا ہے۔ اس نوٹ میں پہلے اہم انعامات کا مرتب بیان پیش کیا جاتا ہے، پھر ان کے ردِ عمل کی اہم صورتیں ذکر کی جاتی ہیں، اور آخر میں اس بیان کی حکمتوں کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔ یہ مطالعہ خالصتاً قرآنی تاریخ کی علمی تفہیم کے لیے ہے؛ اس کے اصول و اسباق ہر قوم و فرد کے لیے ہیں۔

انعام اول: غلامی سے نجات اور فرعون سے خلاصی

بنی اسرائیل پر سب سے بڑا انعام فرعونی غلامی سے نجات ہے۔ وہ مصر میں ذلیل و کمزور بنائے گئے تھے؛ ان کے بیٹے ذبح کیے جاتے اور بیٹیاں زندہ رکھی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کر کے ان کے سامنے [illegible] احسان کو یوں گنوایا کہ اے بنی اسرائیل! میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت دی تھی، اور اس دن سے ڈرو... اور جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں برا عذاب چکھاتے تھے۔ سمندر کو پھاڑ کر خشک راستہ بنانا اور ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون و اس کے لشکر کو غرق کرنا اس نجات کی معجزاتی تکمیل تھی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ اعزاز بھی ملا کہ دنیا کی سب سے بڑی ظالم طاقت کے مقابلے میں ان کا انتخاب ہدایت کی امانت کے لیے کیا گیا۔ نجات کے اس انعام کا تقاضا یہ تھا کہ یہ قوم شکر و اطاعت کی قوم بنتی، کیونکہ جس قوم نے غلامی خود چکھی ہو وہ سب سے بہتر جانتی ہے کہ آزادی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

دیگر انعامات: رہنمائی، کتاب، رزق اور سایۂ رحمت

نجات کے بعد صحرا کے دور میں بھی انعامات کا سلسلہ جاری رہا، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔ (1) کتاب و شریعت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہوئی جو اس قوم کے لیے ہدایت و نور تھی، اور قرآن نے اسے "کتاب و فرقان" کہہ کر یاد کیا۔ (2) من و سلویٰ: بیابان میں انہیں بغیر محنت کے من (میٹھی غذا) اور سلویٰ (بٹیریں) جیسا رزق ملا۔ (3) بادلوں کا سایہ: دھوپ سے بچاؤ کے لیے ان پر بادل سایہ کیے گئے۔ (4) پتھر سے بارہ چشمے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے پتھر سے بارہ چشمے پھوٹے، ہر قبیلے کے لیے الگ گھاٹ مقرر ہوا۔ (5) انبیاء کی کثرت و بادشاہت: قرآن نے یاد دلایا کہ اللہ نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ دیا جو جہان والوں میں کسی کو نہیں دیا، جیسا کہ سورۃ المائدہ میں موسیٰ علیہ السلام کا خطاب نقل ہوا، اور بعد کے ادوار میں طالوت، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی حکومتیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ (6) دشمنوں پر غلبہ و مقدس سرزمین کا وعدہ: انہیں ارضِ مقدس میں داخلے اور دشمن قوموں پر غلبے کی بشارتیں ملیں۔ (7) سب سے بڑھ کر اس دور کی اہل ہدایت قوم

ہونے کا مرتبہ، جس کا تقاضا تھا کہ یہ قوم دوسری قوموں کے لیے ہدایت کا نمونہ بنے۔ یہ انعامات انفرادی نہیں اجتماعی تھے، یعنی پوری قوم کی اجتماعی شخصیت پر اللہ کی رحمت کی مکمل تصویر تھی۔

جدول 1: بنی اسرائیل پر اہم انعامات اور ان کے مقابل ردِ عمل کا خلاصہ

ردِ عمل کی نمایاں صورت	قرآنی حوالہ (اہم سورتیں)	انعام
جلد ہی صحرا میں شکایات و مطالبات کا سلسلہ شروع ہو گیا	البقرہ، الاعراف، یونس	فرعونی غلامی سے نجات و غرقِ فرعون
ایک ہی کھانے پر اکتفا سے اکتاہٹ؛ دال و سبزی کا مطالبہ	البقرہ، الاعراف	من و سلویٰ، بادلوں کا سایہ، بارہ چشمے
احکام میں ٹال مٹول؛ ذبحِ گائے کے واقعے میں سوالات کی کثرت	البقرہ، المائدہ	تورات و ہدایت کی امانت
جبّار قوم کے خوف سے داخلے سے انکار و بدتمیزی	المائدہ	ارضِ مقدس میں داخلے کا حکم
بعض انبیاء کی تکذیب و نافرمانی کا قرآنی بیان	المائدہ، البقرہ	انبیاء کی کثرت و حکومتیں
موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑا پوجنا	الاعراف، طٰہٰ	بچھڑے کی آزمائش سے واپسی و توبہ کا موقع

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

ردِ عمل کی پہلی صورت: بچھڑا پرستی

ردِ عمل کی سب سے افسوسناک صورت بچھڑا پرستی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر چالیس راتوں کے لیے گئے تو پیچھے سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر قوم کو گمراہ کر دیا اور اکثر قوم اس کی عبادت میں لگ گئی، حالانکہ وہ فرعون کے غرق اور سمندر کے پھٹنے جیسے معجزات آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے روکا بھی مگر قوم نے کہا کہ ہم اس پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ واپس آئیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام شدید غضبناک ہوئے، بھائی سے باز پرس کی، سامری کو سزا دی، بچھڑے کو جلا کر دریا میں بہایا اور قوم کو توبہ کی طرف بلایا جو قبول بھی ہوئی۔ یہ واقعہ اس تلخ حقیقت کی مثال ہے کہ معجزات کے مشاہدے کے باوجود جہالت و خواہش پرستی انسان کو کتنی جلدی پرانے بتوں کی طرف لوٹا دیتی ہے، اور یہ کہ اصلاح کے لیے صرف نجات کافی نہیں، تربیت کا طویل عمل بھی چاہیے۔

ردِ عمل کی دیگر صورتیں: انکار، ٹال مٹول اور ناشکری

بچھڑے کے علاوہ ردِ عمل کی کئی اور صورتیں قرآن نے گنوائی ہیں۔ (1) ارضِ مقدس میں داخلے سے انکار: جب کہا گیا کہ اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے تو انہوں نے کہا کہ وہاں زبردست (جبّار) لوگ ہیں، ہم ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ نہ نکل جائیں؛ اور اس سے بڑھ کر یہ بدتمیز جملہ کہا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں؛ جس کے نتیجے میں وہ چالیس سال صحرا میں بھٹکتے رہے۔ (2) کھانے پر ناشکری: من و سلویٰ جیسی نعمت پر اکتا کر انہوں نے زمین کی پیداوار یعنی سبزی، کھیرے، لہسن، دال اور پیاز کا مطالبہ کیا، جس پر انہیں تنبیہ ہوئی کہ کیا تم بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز لیتے ہو؟ (3) گائے ذبح کرنے کے واقعے میں ٹال مٹول: ایک قتل کے مقدمے میں جب ذبحِ گائے کا حکم ہوا تو انہوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر کے حکم کو مشکل بنا دیا، حالانکہ سیدھا عمل کرنا آسان تھا؛ یہ صورت "مشکل تراشی" کی علامت بن گئی ہے۔ (4) سمندر پار کرتے ہی بتوں کی فرمائش: نجات کے فوراً بعد ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایسا معبود بنا دو جیسے ان کے معبود ہیں، جس پر آپ نے انہیں قومِ جاہل قرار دیا۔ (5) سبت (ہفتے) کے حکم کی خلاف ورزی اور بعض احکام میں حیلہ سازی،

جس کا ذکر سورۃ الاعراف وغیرہ میں ہے۔(6) بعد کے ادوار میں انبیاء کی تکذیب اور بعض انبیاء کے قتل کا وہ بیان جو قرآن نے اس قوم کے مجرمانہ رویے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ تمام صورتیں مل کر یہ تصویر بناتی ہیں کہ انعامات کی کثرت کے باوجود قیادت و تربیت سے محرومی اور خواہش پرستی قوم کو بار بار پستی کی طرف لے جاتی رہی۔

اس بیان کی حکمتیں اور ہر قوم کے لیے سبق

قرآن کا یہ بیان کسی قوم کی تضحیک کے لیے نہیں بلکہ امتِ مسلمہ سمیت ہر قوم کی تربیت کے لیے ہے، اور خود قرآن نے اسے اسی انداز سے پیش کیا ہے کہ مؤمن ان غلطیوں سے بچے۔ اس سے پہلا سبق یہ نکلتا ہے کہ نعمت کا اصل شکر اطاعت ہے؛ صرف زبان سے [illegible] جبکہ عمل میں نافرمانی ہو، قرآن کی نظر میں ناشکری ہے۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ قوموں کا زوال اچانک نہیں ہوتا بلکہ چھوٹی چھوٹی نافرمانیوں، ٹال مٹول اور خواہش پرستی کے جمع ہونے سے آتا ہے۔ تیسرا سبق یہ ہے کہ انعامات کی یاد دہانی (تذکیر بالنعم) نبوی اسلوب ہے؛ اس لیے قرآن کا یہ خطاب "میرے احسان کو یاد کرو" آج بھی ہر اہلِ ایمان کو اپنی نعمتوں کی فہرست اور ان کے تقاضوں پر غور کی دعوت دیتا ہے۔ چوتھا سبق یہ ہے کہ اللہ کا قانون سب کے لیے ایک ہے؛ منتخب ہونے کا دعویٰ عمل کے بغیر نجات کی ضمانت نہیں بنتا۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ سارا مطالعہ قرآن کے تاریخی بیان کی تعلیمی تشریح ہے۔ ان اسباق کو اصول کے طور پر لینا طالب علم کا کام ہے؛ کسی معاصر فرد، خاندان یا جماعت پر انہی عنوانات کا قطعی اطلاق اور اس کی بنیاد پر حکم لگانا اس گائیڈ کے دائرے سے باہر ہے اور ایسے فیصلے اہلِ علم و اہلِ اختیار پر چھوڑے جاتے ہیں۔

خلاصہ و اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات نجات، ہدایت، کتاب، رزق، سایہ، چشمے، انبیاء و حکومت اور دشمن پر غلبے کی صورت میں بے مثال تھے، مگر ان کا غالب ردِ عمل ناشکری، عہد شکنی، ٹال مٹول اور سرکشی کی صورت میں ظاہر ہوا، جس کی نمایاں مثالیں بچھڑا پرستی، ارضِ مقدس میں داخلے سے انکار اور کھانے و احکام میں مشکلیں تراشنا ہیں۔ قرآن نے یہ تاریخ اس لیے محفوظ کی کہ بعد کی امتیں اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں اور نعمت کو اطاعت سے جوڑنا سیکھیں۔ یہی اس سوال کا جامع حاصل ہے: انعام کا تقاضا شکر ہے، اور ناشکری کا انجام وہی ہے جو تاریخ بار بار دہرا چکی ہے۔

سوال نمبر 4: قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں موجود عبرتیں اور حکمتیں (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں موجود عبرتیں اور حکمتیں تحریر کیجیے۔ (20)

تعارف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے آخری عظیم رسول اور اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ قرآن مجید نے آپ کا قصہ سورۃ آل عمران، النساء، المائدہ، مریم، الانبیاء اور الزخرف سمیت متعدد سورتوں میں بیان کیا ہے، اور آپ کو "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" جیسے القاب کے ساتھ ساتھ صراحتاً اللہ کا بندہ اور رسول قرار دیا ہے۔ آپ کی زندگی کا تقریباً ہر مرحلہ معجزے سے عبارت ہے: بے باپ ولادت، گہوارے میں کلام، مٹی کے پرندے کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے و کوڑھی کو شفا دینا، مردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کرنا، آسمان سے مائدہ (دسترخوان) کا نزول اور آخر میں آسمان کی طرف اٹھایا جانا۔ مگر قرآن ان واقعات کو کرامتوں کی نمائش کے طور پر نہیں بلکہ عبرتوں و حکمتوں کے خزانے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ سوال میں اسی پہلو کا تقاضا ہے، لہٰذا ذیل میں پہلے قصے کا مختصر خاکہ دیا جاتا ہے اور پھر اس سے حاصل ہونے والی عبرتوں و حکمتوں کو مرتب انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔

قصے کا مختصر خاکہ

قرآن کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام عبادت کے لیے وقف شدہ پاکیزہ خاتون تھیں جن کی پرورش حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ فرشتوں نے انہیں ایک پاکیزہ بیٹے کی بشارت دی؛ آپ نے تعجب کیا کہ مجھے لڑکا کیسے ہو گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں، تو جواب ملا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔ ولادت کے بعد قوم کی ملامت پر نومولود نے گہوارے سے کلام کیا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا، اور مجھے بابرکت بنایا جہاں کہیں بھی ہوں، اور مجھے نماز و زکاۃ کی وصیت کی جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا۔ بڑے ہو کر آپ نے بنی اسرائیل کو تورات کی تصدیق، بعض حلال چیزوں کی اجازت اور اپنے بعد آنے والے رسول احمد ﷺ کی بشارت کے ساتھ دعوت دی، جیسا کہ سورۃ الصف میں آپ کا اعلان

نقل ہوا ہے۔ معجزات کے باوجود قوم کی اکثریت نے انکار کیا، مگر حواریین نے "ہم اللہ کے مددگار ہیں" کہہ کر ساتھ دیا۔ آخر میں جب یہود نے آپ کو سولی دینے کی سازش کی تو قرآن کے مطابق وہ نہ آپ کو قتل کر سکے نہ سولی دے سکے بلکہ معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا، اور اللہ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس نکتے پر قرآنی موقف بالکل واضح و دو ٹوک ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر عبرتیں اخذ کی جاتی ہیں۔

عبرت اول: اللہ کی قدرت اور "کن فیکون" کا قانون

قصۂ عیسیٰ کی سب سے بڑی حکمت اللہ کی مطلق قدرت کا فہم ہے۔ قرآن نے اس نکتے کو ایک خاص صورت تشبیہ سے سمجھایا ہے کہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے: اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا "ہو جا" تو وہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بے ماں باپ آدم کی پیدائش ممکن ہے تو بے باپ عیسیٰ کی پیدائش بھی خالق کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس سے انسان کو تخلیق کے اسباب و وسائل میں گم ہو جانے کی بجائے مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہونا سکھایا گیا ہے۔ ساتھ ہی ہر معجزے کے ساتھ قرآن نے "باذن اللہ" (اللہ کے حکم / اجازت سے) کی قید لگائی ہے، جس سے یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ معجزہ نبی کا ذاتی کمال نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ نشانی ہے، اور نبی اس کا مالک نہیں امین ہوتا ہے۔ یہ توازن عقیدے کی حفاظت کے لیے لازمی ہے: نہ معجزے کا انکار درست ہے نہ معجزہ دکھانے والے کو خالق کے درجے تک لے جانا۔

عبرت دوم: بندگی کا شرف اور توحید کی وضاحت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارے کا پہلا جملہ "میں اللہ کا بندہ ہوں" اس قصے کا مرکزی پیغام ہے۔ قرآن نے آپ کی الوہیت کے ہر دعوے کی نفی کر کے آپ کو اللہ کا بندہ، رسول اور کلمہ قرار دیا ہے، اور سورۃ المائدہ میں قیامت کے دن کا وہ مکالمہ بھی نقل کیا ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام اپنے اور اپنی والدہ کے معبود بنائے جانے سے مکمل براءت کا اظہار کریں گے اور فرمائیں گے کہ میں نے انہیں صرف وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی عظمت ان کی الوہیت میں نہیں بلکہ ان کی کامل بندگی و اطاعت میں ہے۔ نیز اس قصے سے شرک کی تردید اور ایک معبود کی دعوت کو وہی تسلسل ملتا ہے جو آدم سے محمد ﷺ تک تمام انبیاء کی دعوت میں رہا ہے: وحی کا پیغام ہمیشہ ایک رہا ہے، اس کے حاملین بدلتے رہے ہیں۔

عبرت سوم: حضرت مریم کی عظمت اور پاکدامنی کا دفاع

یہ قصہ حضرت مریم علیہاالسلام کے مقام و دفاع کا بھی قصہ ہے۔ قوم نے جب ان پر بہتان لگایا تو نومولود کی گواہی نے ان کی پاکدامنی کو اللہ کی طرف سے ثابت کیا، اور قرآن نے ایک پوری سورت ان کے نام سے موسوم کر کے انہیں "جہان کی عورتوں پر منتخب" قرار دیا۔ اس سے کئی حکمتیں نکلتی ہیں: کسی پر الزام سن کر فیصلہ کرنا ظلم ہے؛ اللہ اپنے بے گناہ بندوں کی عزت کی حفاظت خود فرماتا ہے؛ اور عبادت و تنہائی بیشک اگرچہ اعلیٰ صفات ہیں مگر معاشرتی ذمہ داری و رسالت کا بوجھ بھی اسی منتخب طبقے کے حصے میں آتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ سبق بھی ہے کہ آزمائش عین نعمت کے اندر آتی ہے: بشارتِ ولادتِ عیسیٰ نعمت کے ساتھ قوم کی ملامت جیسی آزمائش جڑی ہوئی تھی، اور صبر و خاموشی (مریم کے روزے / خاموشی کی نذر) نے اس آزمائش کو عزت میں بدل دیا۔

عبرت چہارم: حواریین کا کردار اور دعوت میں مددگاروں کی اہمیت

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے انکار کو محسوس کیا تو فرمایا: اللہ کی راہ میں میرے مددگار کون ہیں؟ حواریین نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ ان کا یہ اعلان ہر دور کے داعی کے لیے حوصلہ ہے کہ انکار کی اکثریت کے باوجود مددگاروں کی ایک جماعت ضرور بنتی ہے۔ اسی جماعت نے مائدہ (آسمانی دسترخوان) کی درخواست بھی کی تھی تاکہ دل مطمئن ہو اور وہ گواہوں میں شامل ہوں؛ اللہ نے مائدہ نازل فرمانے کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کی کہ اس کے بعد جس نے کفر کیا اسے ایسا عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو گا۔ اس سے یہ حکمت نکلتی ہے کہ نشانیاں ملنے کے بعد ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، نعمت و حجت کے بعد انکار کا جرم بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے بعد آنے والے آخری رسول کی بشارت دینا رسالت کے تسلسل و اتحاد کی دلیل ہے کہ انبیاء ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، مقابلہ نہیں کرتے۔

عبرت پنجم: سازش کی ناکامی اور اللہ کی تدبیر

قصے کے انجام میں یہ عبرت ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو دشمنوں کی سازش سے محفوظ رکھا۔ قرآن فرمایا کہ انہوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے؛ اور وہ نہ قتل کر سکے نہ سولی دے سکے۔ رفع الی اللہ کے اس واقعے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں امت میں روایات و تفسیری مباحث موجود ہیں؛ اس موضوع کی تفصیلات میں اہلِ علم کی آراء و دلائل کی بحث طلب ہے، طالب علم کو چاہیے کہ وہ اس باب میں اپنے کورس کی کتاب اور مستند تفاسیر کی طرف رجوع کرے اور غیر مستند یا جذباتی بیانات سے اجتناب کرے۔ اس قصے کی آخری حکمت یہ ہے کہ تاریخ کے نمائندے کا انجام سازش کرنے والوں کے منصوبے سے نہیں بلکہ اللہ کے فیصلے سے طے ہوتا ہے، اس لیے اہلِ حق کو تدابیرِ مخالف سے خوف زدہ ہونے کی بجائے اپنے پیغام کی سچائی پر قائم رہنا چاہیے۔ ان تمام عبرتوں کا مجموعی اثر یہ ہے کہ قاری قصۂ عیسیٰ کو صرف معجزات کی فہرست نہ سمجھے بلکہ اسے توحید، قدرتِ الٰہی، بندگی، عفت و صبر اور اللہ کی حفاظت کے جامع درس کے طور پر پڑھے۔

جدول 1: قصہ عیسیٰ علیہ السلام: واقعہ اور اس کی مرکزی عبرت

واقعہ	مرکزی عبرت / حکمت
بے باپ ولادت	اللہ کی قدرت اسباب کی محتاج نہیں؛ آدم علیہ السلام سے تشبیہ
گہوارے میں کلام	پہلا اعلان بندگی کا؛ والدہ کی پاکدامنی کی الٰہی گواہی
شفا و احیاء کے معجزات	ہر معجزہ "باذن اللہ" ہے؛ بزرگی بندگی میں ہے، الوہیت میں نہیں
حواریین کا ساتھ	اکثریت کے انکار کے باوجود مددگار جماعت ضرور ملتی ہے
مائدہ کا نزول	نعمت و حجت کے بعد ذمہ داری و حساب بھی بڑھ جاتا ہے
سازش کی ناکامی و رفع	رسول کی حفاظت اللہ کے ذمے؛ انسان کی تدبیر پر اللہ کی تدبیر غالب ہے

خلاصہ و اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ قصہ عیسیٰ علیہ السلام عبرتوں کا مجموعہ ہے: اس میں قدرتِ الٰہی کا اظہار بھی ہے اور توحید کی وضاحت بھی، حضرت مریم کی عظمت و دفاع بھی ہے اور حواریین کی وفاداری بھی، معجزات کی حقیقت بھی ہے اور سازشوں کی ناکامی بھی۔ قرآن کا مرکزی نکتہ بار بار یہی سامنے آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے و رسول ہیں، ان کے معجزات اللہ کے اذن سے ہیں، اور ان کی دعوت وہی ہے جو تمام انبیاء کی رہی ہے۔ جو طالب علم اس قصے کو ان عبرتوں کے ساتھ پڑھے گا وہ اسے محض ماضی کی داستان نہیں بلکہ اپنے عقیدے و عمل کی اصلاح کا ذریعہ پائے گا۔

سوال نمبر 5: نبی کریم ﷺ کی قبل از بعثت زندگی قرآن مجید کی روشنی میں (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ قرآن مجید کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے قبل از بعثت زندگی پر نوٹ تحریر کیجیے۔ (20)

تعارف: قرآن اور قبل از بعثت زندگی — ایک اصولی تمہید

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو دو بڑے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے: قبل از بعثت (پیدائش سے چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی تک) اور بعد از بعثت (مکی و مدنی دور)۔ قبل از بعثت زندگی کی تفصیلات، مثلاً ولادت، رضاعت، والدین و دادا کی وفات، شام کے سفر، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور غارِ حرا کی خلوتیں، زیادہ تر سیرت و حدیث کی کتابوں سے ملتی ہیں۔ سوال کا خاص تقاضا یہ ہے کہ اس دور کو "قرآن مجید کی روشنی میں" دیکھا جائے۔ اس تقاضے کو پورا کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ اصول واضح کرنا ضروری ہے کہ قرآن مجید سیرت کی تاریخ وار مفصل کتاب نہیں ہے؛ یہ ہدایت کی کتاب ہے، اس لیے اس میں قبل از بعثت زندگی کی جزئیات کے بجائے اس دور کی طرف مختصر مگر نہایت معنی خیز اشارات ملتے ہیں، خاص طور پر سورۃ الضحیٰ، سورۃ الانشراح، سورۃ الشوریٰ، سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت، سورۃ الانعام اور اصحابِ فیل و قریش سے متعلق سورتوں میں۔ اس نوٹ میں انہی قرآنی اشارات کو ترتیب دے کر قبل از بعثت زندگی کی وہ تصویر مرتب کی جاتی ہے جو قرآن خود پیش کرتا ہے، اور جہاں قرآن خاموش ہے وہاں اس خاموشی کی حکمت بھی بیان کی جاتی ہے تاکہ طالب علم ماخذ کی حدود کا احترام سیکھے۔

یتیمی و کفالت: سورۃ الضحیٰ کا اشارہ

قبل از بعثت زندگی کے بارے میں قرآن کا سب سے صریح اشارہ سورۃ الضحیٰ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو ٹھکانا دیا؛ اور آپ کو بے خبر / تلاش میں پایا تو ہدایت دی؛ اور آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ اس آیت میں آپ کی یتیمی کی طرف اشارہ ہے، کہ آپ کی ولادت سے پہلے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا، پھر چھ سال کی عمر میں والدہ حضرت آمنہ اور آٹھ سال کی عمر میں دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور کفالت چچا حضرت ابو طالب کے حصے میں آئی۔ قرآن نے اسے "پناہ / ٹھکانا دینا" کہہ کر اللہ کی خفی تربیت قرار دیا ہے، یعنی بظاہر سہارے کم ہوتے رہے مگر حقیقی کفیل اللہ تھا۔ اس اشارے کی حکمت یہ ہے کہ یتیمی آپ کی شخصیت میں اہلِ یتامیٰ کے لیے رحمت و ہمدردی کی وہ کیفیت پیدا کرنے کا ذریعہ بنی جو بعد میں آپ کے مشن کا حصہ بنی، اور خود اسی سورت میں آگے چل کر یتیم پر ظلم نہ کرنے اور سائل کو نہ جھڑکنے کی تعلیم اسی تجربے سے جوڑ کر دی گئی ہے۔

تلاشِ حق و راہنمائی: "ضالاً فہدیٰ" کی تفسیری وضاحت

سورۃ الضحیٰ کے دوسرے اشارے یعنی "ووجدک ضالاً فھدی" کے مفہوم پر مفسرین نے خاص توجہ دی ہے۔ "ضال" کا مطلب یہاں ہرگز گمراہیِ شرک و معصیت نہیں لیا گیا، کیونکہ بالاتفاق امت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نبوت سے پہلے بھی شرک و بت پرستی سے مکمل محفوظ رہے اور قوم آپ کو "الامین" کہتی تھی۔ مفسرین نے اس لفظ کی کئی معتبر توجیہات کی ہیں جن میں نمایاں یہ ہیں: (1) آپ شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے اور اللہ نے وحی کے ذریعے آپ کو وہ علم عطا کیا جس کی طرف آپ خود اپنی کوشش سے نہیں پہنچ سکتے تھے؛ سورۃ الشوریٰ کی آیت اسی کی تائید کرتی ہے کہ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان (کی تفصیلات) کیا ہیں، مگر ہم نے اس (قرآن) کو نور بنا دیا۔ (2) بچپن میں ایک مرتبہ مکہ کے راستے میں بھٹک جانے کا واقعہ جس کی طرف بعض مفسرین نے اشارہ کیا ہے۔ (3) اپنی قوم کے درمیان حق کی تلاش و جستجو میں ہونا کہ آپ ان کے شرک سے بیزار اور فطرتِ سلیمہ پر قائم تھے، اور اللہ نے آپ کو نبوت کے لیے منتخب فرما کر اس تلاش کو منزل عطا کی۔ ان توجیہات کا حاصل یہ ہے کہ قبل

از بعثت زندگی تلاشِ حق، فطرت کی سلامتی اور الٰہی تربیت کا دور تھی، گمراہی کا نہیں۔ قبل از بعثت دور میں آپ کا غارِ حرا میں تنہائی اختیار کر کے غور و فکر کرنا، جو سیرت کی مستند روایات میں آتا ہے، اسی تلاشِ حق کی عملی صورت سے خوب ملتا جلتا ہے، اگرچہ اس کی تفصیل قرآن میں نہیں بلکہ صحیح روایات میں ہے۔

تنگ دستی و غنا، اور سیرت کے دیگر قرآنی اشارے

تیسرا اشارہ تنگ دستی سے غنا کی طرف ہے: آپ نے نوجوانی میں بکریاں چرائیں اور محنت مزدوری کی زندگی گزاری، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے تجارت کی اور نکاح کے بعد اللہ نے آپ کو بے نیاز کر دیا۔ مفسرین نے اس غنا سے مراد مادی آسودگی سے زیادہ قناعت و بے نیازیِ قلب بھی لی ہے۔ ان کے علاوہ چند اور قرآنی اشارے بھی اس دور سے متعلق ہیں۔(1) ”اُمّی“ ہونا: سورۃ العنکبوت میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا کہ (نزولِ قرآن) سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ باطل والے شک کرتے؛ یہ آپ کے قبل از بعثت دور کی تعلیمی کیفیت کی قرآنی گواہی ہے، جو وحی کی آسمانی حیثیت کا دلیل بھی ہے۔(2) سورۃ الفیل و سورۃ قریش کا پس منظر: آپ کی ولادت کے سال ہی میں ابرہہ کے لشکر کی ہلاکت کا واقعہ (عام الفیل) عربوں کے اجتماعی حافظے میں محفوظ تھا، اور سورتِ فیل نے اسی کی طرف اشارہ کیا، جبکہ سورتِ قریش نے قریش کے تجارتی سفروں (موسمِ سرما و گرما کی رحلتیں) اور امن و رزق کی نعمتوں کو اسی بیت اللہ کی برکت سے جوڑا جس ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی۔ (3) سورۃ الانعام اور دیگر مکی سورتوں میں آپ کی قوم کی بت پرستی و رسوم کا وہ تنقیدی بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش کس مذہبی ماحول میں ہوئی اور آپ اس ماحول کے شرک سے کس قدر بیزار و الگ رہے۔(4) سورۃ الانشراح میں ”ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا“ اور ”آپ کا بوجھ اتار دیا“ جیسے خطابات کو مفسرین نے بعثت کے دائرے میں رکھا ہے، مگر ان کا پس منظر آپ کی اسی پاکیزہ قبل از بعثت شخصیت سے جڑا ہے جس کی وجہ سے قوم آپ کو صادق و امین مانتی تھی۔ یہ تمام اشارے بکھرے ہوئے موتی ہیں جنہیں جوڑ کر ہی قرآنی تصویر بنتی ہے۔

جدول 1: قبل از بعثت زندگی کے اہم پہلو اور ان کے قرآنی اشارے

پہلو	قرآنی اشارہ / اہم سورت	حاصل ہونے والا نکتہ

بظاہر سہارے ختم ہوئے مگر اللہ ہی اصل کفیل رہا	الضحیٰ: ”کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو ٹھکانا دیا“	یتیمی و کفالت
شرک سے حفاظت کے ساتھ وحی کی راہنمائی کا انتظار و استعداد	الضحیٰ: ”آپ کو پایا تو ہدایت دی“؛ الشوریٰ (کتاب و ایمان کی تفصیل سے ناواقفیت)	تلاشِ حق و ہدایت
محنت کی زندگی کے بعد قناعت و بے نیازی کی نعمت	الضحیٰ: ”تنگ دست پایا تو غنی کر دیا“	تنگ دستی سے غنا
قرآن کا انسانی تصنیف نہ ہونا قبل از بعثت کیفیت سے ثابت	العنکبوت: نہ کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے	اُمّی ہونا
آپ کی پرورش بیت اللہ کے سائے و برکت کے ماحول میں ہوئی	الفیل، قریش	ولادت کا ماحول و عام الفیل

قبل از بعثت زندگی پر قرآن کی نسبتاً خاموشی کی حکمتیں

یہاں ایک مناسب سوال یہ اٹھتا ہے کہ قرآن نے اس دور کی تفصیلات کیوں بیان نہیں کیں، جبکہ بعثت کے بعد کی زندگی کے کئی واقعات قرآن میں موجود ہیں۔ اس کی کئی حکمتیں اہلِ علم نے بیان کی ہیں۔ پہلی حکمت یہ ہے کہ قرآن کا مقصد سیرت نگاری نہیں ہدایت ہے؛ اس لیے وہ واقعات آئے جو اصولی رہنمائی دیتے ہیں، اور تفصیلات سیرت و حدیث کے سپرد کی گئیں تاکہ ہر علم اپنے دائرے میں کام کرے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ قبل از بعثت زندگی کا سب سے بڑا سبق یعنی یہ کہ نبوت انسانی کسب و منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کا انتخاب ہے، انہی چند اشاروں سے زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے: ایک یتیم، اُمّی، بے سہارا نوجوان کو اللہ اپنی تربیت میں لے کر انسانیت کا معلم بنا دیتا ہے، یہی اس کتاب کے معجزے کی زمین ہے۔ تیسری حکمت مخالفین کے اعتراضات کا جواب ہے؛ قریش آپ کی چالیس سالہ پاکیزہ زندگی کے خود گواہ تھے، اسی لیے قرآن انہیں بار بار یاد دلاتا ہے کہ کیا تم اسے نہیں پہچانتے، تم میں اس نے عمر گزاری ہے۔ چوتھی حکمت طالب علم کے لیے ماخذ شناسی کی تربیت ہے: قرآن سے اصول و اشارے لینا، سیرت سے

تفصیلات لینا اور دونوں کو خلط نہ کرنا، یہی درست علمی طریقہ ہے۔ اس لیے اس سوال کے جواب میں بھی جہاں واقعہ سیرت سے لیا گیا ہے وہاں اس کی نسبت سیرت ہی کی طرف کی گئی ہے، اور قرآن کے نام پر صرف وہی پیش کیا گیا ہے جو واقعی قرآن میں ہے۔

خلاصہ و اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی قبل از نبوت زندگی اللہ کی خفی تربیت و حفاظت کی زندگی ہے: یتیمی میں اس نے پناہ دی، تلاش و استعداد پر وحی کی ہدایت عطا کی، تنگ دستی کے بعد غنا و قناعت دی، اُمّی رکھ کر قرآن کی آسمانی حیثیت کو ظاہر کیا، اور شرک زدہ ماحول میں شرک سے محفوظ رکھا۔ سورۃ الضحیٰ کے یہ تین اشارے اس پورے دور کا قرآنی خلاصہ ہیں، جن کے فوراً بعد اللہ نے یتیم و سائل کے ساتھ حسنِ سلوک کی بار بار تعلیم دی وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی ذاتی زندگی کے تجربات ہی آپ کے عالمگیر مشنِ رحمت کی بنیاد بنے۔ اسی کے ساتھ مشق نمبر 2 کا مطالعہ مکمل ہوتا ہے، جس میں قصۂ یوسف سے لے کر سیرتِ رسول ﷺ تک قرآنی قصوں کا وہ تسلسل واضح ہوا ہے کہ یہ تمام واقعات درحقیقت ایک ہی پیغام کے باب ہیں: توحید، صبر، اخلاق اور اللہ کی ہدایت پر مکمل اعتماد۔